فقیہ العصر...... حضرت مفتی رشید احمد صاحب کی رحلت

ابن الحسن عباسی

منگل چھ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ کو حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا، ابھی ماہ رمضان میں حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ہم سے رخصت ہوئے تھے، اکابر ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں، دو چار جو رہ گئے ہیں وہ بھی شمع آخر شب ہیں:

چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں سلسلہ وار
زمانہ کو دیکھ رہا ہوں فسانہ ہوتے ہوئے

حضرت مفتی صاحب ۳ صفر ۱۳۴۱ھ (۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء) کو ضلع خانیوال کے ایک گاؤں اشرف کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن لدھیانہ مشرقی پنجاب تھا۔ ۱۳۵۳ھ میں انھوں نے دینی تعلیم کی ابتدا کی اور ۱۳۶۰ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ شامل ہیں۔

مدینۃ العلوم بھینڈو (ضلع حیدر آباد) سے انھوں نے تدریسی زندگی کی ابتدا کی اور ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۹ھ تک آٹھ سال یہاں تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۷۶ھ تک چھ سال دار الھدیٰ ٹیڑھی سندھ میں پڑھایا۔ شوال ۱۳۷۶ھ میں دار العلوم کراچی آئے اور ۱۳۸۳ھ تک آٹھ سال یہاں شیخ الحدیث رہے...... تقریباً ۲۰ سال صحیح بخاری شریف کا درس دیا، اس درس کا کچھ حصہ "ارشاد القاری" کے نام سے چھپ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

تدریس کے ساتھ آپ نے منصب افتاء بھی سنبھالا، آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "احسن الفتاویٰ" کے نام سے آٹھ جلدوں میں چھپ چکا ہے اور شاید ہی ملک کا کوئی مؤقر دار الافتاء اس سے خالی ہو، اس کی کچھ جلدوں کی طباعت ابھی باقی ہے۔

تدریس و افتاء کے ساتھ حضرت مفتی صاحب خانقاہوں کی بھی آبرو تھے، انھیں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت اور مولانا عبد الغنی پھولپوریؒ سے اجازت بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا، انھوں نے ۱۳۸۳ھ کو ناظم آباد میں دار الافتاء والارشاد کی بنیاد رکھی اور تادم وفات تقریباً ۳۶ سال یہاں اصلاح و ارشاد کا بھی چراغ جلائے رکھا۔

حضرت مفتی صاحب کی زیارت اس وقت ہوئی جب شعور کا زمانہ شروع نہیں ہوا تھا، ناظم آباد، ان کی مسجد میں پہلی بار انہیں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور ان کے سجدے کی وہ ہیئت و کیفیت اب تک ذہن پر نقش ہے، اس وقت میری عمر آٹھ دس سال ہی ہوگی، ان کی سوانح "انوار الرشید" طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں پڑھی اور دل و دماغ نے اس کا اثر قبول کیا، ان کی کئی مجلسوں میں شرکت کے مواقع بھی ملے اور محسوس ہوا کہ:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

تاثیر بیان کے لیے معلوم نہیں کیا کیا شرطیں و اوصاف بیان کیے جاتے ہیں...... مفتی صاحب کو دیکھا اور سنا، سیدھی سادہ باتیں ارشاد فرماتے، ان کی باتوں میں نہ منطق و فلسفہ بگھارا گیا ہوتا، نہ ہی عرف عام کا گھن گرج والا زور بیان، وہ نرم دم گفتگو میں الفاظ کا نستعلیق تلفظ جگا کر سامعین کو روحانیت کے ایک جہاں سے آشنا کرا دیتے اور کئی سننے والوں کی کایا پلٹ ہو جاتی، ان کے مواعظ کا بنیادی محور ترک منکرات ہوا کرتا، بلاشبہ ان کے مواعظ سننے اور پڑھنے والے ہزاروں کی تعداد میں ایسے ہیں جنھوں نے گناہ ترک کیے، رسومات کی زنجیریں توڑیں،

شریعت کے سانچے میں اپنے شب و روز ڈھالے اور یوں ان کی زندگیوں کی بنجر زمین میں عمل صالح کی فصلیں لہلہانے لگیں۔ یہ سب اس لیے کہ مفتی صاحب کا تعلق عشق بلاخیز کے اس قافلہ سخت جان سے تھا جس کے دشت دور میں نظر آنے والا جنون خرد کو سکھادیتا ہے رہ و رسم کارسازی!

علم و عمل، اخلاص و للّٰہیت، توکل اور استغنا کی طرح افراد سازی کا وصف بھی اکابر علمائے دیوبند میں قدرے مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے لیکن جن حضرات نے افراد سازی کی طرف خاص توجہ دی، یہ دیکھے بغیر کہ کون کس کا، کہاں کا ہے۔ ایسے بزرگوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں، اولاد و احفاد اور خویش و اقارب کی اصلاح و تربیت کا جذبہ تو کم و بیش ہر کسی میں ہوتا ہے اور وہ اپنی جگہ ضروری بھی ہے لیکن اس مخصوص دائرے سے نکل کر افراد کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے، ان کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنے اور انہیں کام میں لگانے کی طرف بعض اکابر نے خصوصی توجہ دی، ان میں حضرت مفتی صاحب بھی ہیں، انہوں نے اپنی تربیت و رہنمائی میں علماء کی ایک جماعت تیار کی، جس نے مفتی صاحب کی زندگی ہی میں نہ صرف ان کا مشن چلایا بلکہ بڑھایا بھی!

عمر کی ستر منزلیں گذرنے کے بعد انسان گوشہ آرام و سکون کو ترجیح دینے لگتا ہے لیکن مفتی صاحب اس عمر میں جہاد اور مجاہدین کی نصرت کے لیے میدان میں آئے اور ان کا دارالافتاء مجاہدین اسلام کا مرکز بن گیا، انھوں نے پاکستان میں امارت اسلامیہ افغانستان کی سب سے پہلے مؤثر حمایت کی، طالبان کی اسلامی حکومت سے مالی تعاون کے لیے ”الرشید ٹرسٹ“ کے نام سے ایک وقف ادارہ قائم کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ عالم اسلام کا بڑا اور افغانستان کا سب سے بڑا رفاہی ادارہ بن کر دشمن کی نظروں میں کھٹکنے لگا، مختلف شعبوں میں بھرپور تعاون کے ساتھ ایک عرصہ تک اس ٹرسٹ سے افغانستان میں تین لاکھ افراد کو یومیہ غذا بھی فراہم کی جاتی رہی، مفتی صاحب نے اپنی ساری جمع پونجی بھی اس ادارے کے لیے وقف کردی تھی۔

افغانستان کی صحیح صورتحال اور طالبان کے نظم حکومت کی برکات سے پاکستانی عوام کو آگاہ کرنے کے لیے انھوں نے ہفت روزہ ”ضرب مومن“ نکالا جو بڑی مختصر مدت میں پاکستان کا ایک کثیر الاشاعت ہفت روزہ بن گیا، اس طرح انھوں نے خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات اور رفعت افلاک میں تکبیر مسلسل دونوں کو جمع کیا۔

بعض امور میں حضرت مفتی صاحب کے مخصوص طریقہ کار سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن ان کے خلوص و للّٰہیت پر انگشت نمائی کی گنجائش نہیں، اس بات کا وہ خود بھی اظہار فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہر کام دین کی مصلحت و فائدہ کو پیش نظر رکھ کر کرتے ہیں، اگرچہ اس کے طریقہ کار سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے، انھوں نے بڑی شان اور استغنا والی زندگی گذاری اور خودی میں ڈوب کر ضرب کلیم پیدا کی، بچپن میں دینی تعلیم کے لیے سفر کے دوران کسی عصری تعلیم یافتہ نے ان سے کہا تھا کہ دینیات پڑھ کر کیا کروگے، ملا بن کر بیکار بنوگے؟ حضرت مفتی صاحب فرماتے تھے:

> ”اگرچہ یہ جنٹلمین صاحب آج مجھے دیکھتے تو پتہ چلتا کہ کون بے کار ہے، الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آرام و راحت کے سب سامان فراہم فرمائے ہیں اور نوابوں کی سی زندگی بسر کررہا ہوں، عزت و منصب عطا فرمایا اور سب سے بڑی بات یہ کہ سکون قلب کی دولت نصیب ہے جو کسی جنٹلمین کو خواب میں بھی میسر نہیں آسکتی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔“

ان کی قابل رشک زندگی دیکھ کر تمنا ہوتی کہ:

اے بادیانی! مجھ کو بھی عنایت ہو
خاموشی و دل سوزی، سرمستی و رعنائی

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے تیار کردہ افراد کو ان کا مشن چلانے اور بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔